فتاویٰ امن پوری (قسط ۱۹)

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

سوال: کیا جھینگا حلال ہے؟

جواب: جھینگا سمندری جانور ہے۔تمام سمندری جانور، جن کی زندگی پانی پر معلق ہو، وہ حلال ہیں۔ان کا شکار بھی حلال ہے اور اگر مردہ حالت میں مل جائیں، تو بھی حلال ہیں۔ یہ مذبوح کے حکم میں ہیں۔مچھلی اور ان کا حکم ایک ہے۔ان سے صرف مچھلی مراد لینا تخصیص بلا دلیل ہے۔قرآن وحدیث میں سمندر کے مردار کو عام ذکر کیا گیا ہے،سلف کا فہم اس کا مؤید ہے۔

❁ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

لَيْسَ فِي الْبَحْرِ شَيْءٌ إِلَّا قَدْ ذَبَحَهُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ لَكُمْ .

''سمندر میں زندہ رہنے والی ہر جاندار شے کو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے ذبح کر دیا ہے۔''(شرح مشکل الآثار للطّحاوي : 211/10، وسندهٗ صحیحٌ)

❁ سیدنا شریح حجازی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

كُلُّ شَيْءٍ فِي الْبَحْرِ مَذْبُوحٌ .

''سمندر میں زندہ رہنے والی ہر شے کو ذبح کر دیا گیا ہے۔''

(التاريخ الكبير للبخاري : 228/4، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ سیدنا ابو ہریرہ اور سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہما کے بارے میں ہے:

''آپ رضی اللہ عنہما اس جاندار (کو کھانے) میں کوئی حرج خیال نہیں کرتے تھے، جسے

سمندر باہر پھینک دے۔'' (مؤطأ الإمام مالك : 495/2، وسندهٗ صحيحٌ)

لہٰذا جھینگا حلال ہے، بلکہ یہ مچھلی کی ہی ایک قسم ہے۔

(الصّحاح للجوهري الفارابي : 2351/6، وغيره)

سوال: کیا مشکل کے وقت ''یا مشکل کشا علی'' کہنا جائز ہے؟

جواب: مشکل کو دور کرنے والی ذات اللہ تعالیٰ کی ہے۔ اسی کی پکار کی جائے، کیونکہ مافوق الاسباب امداد کے لیے پکار عبادت ہے۔ اللہ کے بجائے کسی اور کو پکارنا شرک ہے۔ کسی نبی یا ولی کو مشکل کشا قرار دینا شرک ہے۔

❀ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿إِنْ تَدْعُوهُمْ لَا يَسْمَعُوا دُعَاءَ كُمْ وَلَوْ سَمِعُوا مَا اسْتَجَابُوا لَكُمْ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكْفُرُونَ بِشِرْكِكُمْ وَلَا يُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِيرٍ﴾

(فاطر : 14)

''اگر تم ان کو پکارو، تو وہ تمہاری پکار تک نہیں سن سکتے اور اگر سن بھی لیں، تو اس کا جواب نہیں دے سکتے اور قیامت کے دن تمہارے شرک سے انکار کر دیں گے اور (اے نبی!) آپ کو (اللہ) خبیر کی طرح کوئی خبر نہیں دے گا۔''

❀ علامۃ الہند، شاہ ولی اللہ دہلوی رحمہ اللہ (۱۱۷۶ھ) لکھتے ہیں:

''مشرکین اپنی حاجات، مثلاً مرض میں شفا اور فقیری میں خوشحالی کے لیے غیر اللہ سے مدد مانگتے ہیں اور ان کے نام کی نذر و نیاز دیتے ہیں۔ ان کو یہ امید ہوتی ہے کہ اس نذر و نیاز کی وجہ سے وہ اپنے مقاصد میں کامیاب ہوں گے۔ وہ برکت کی امید پر غیر اللہ کے ناموں کا ورد بھی کرتے ہیں۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ

نے ان پر ہرنماز میں یہ کہنا فرض کیا ہے:﴿اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَاِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ﴾ (ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد طلب کرتے ہیں)۔نیز فرمایا:﴿فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰہِ اَحَدًا﴾(الجن:۱۸)(تم اللہ کے ساتھ کسی کو نہ پکارو)۔اس آیتِ کریمہ میں دعا سے مراد عبادت نہیں،جیسا کہ (عام) مفسرین نے کہا ہے، بلکہ یہاں استعانت مراد ہے،جیسا کہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:﴿بَلْ اِیَّاہُ تَدْعُوْنَ فَیَكْشِفُ مَا تَدْعُوْنَ﴾(الانعام:۴۱)(بلکہ تم [سخت مصیبت کے وقت]اسی[اللہ]کو پکارتے ہو،چنانچہ وہ تمہاری مصیبتوں کو دُور فرماتا ہے)۔‘‘

(حجّة اللّٰه البالغة :185/1)

سوال: کیا پتلون پہن کر نماز جائز ہے؟

جواب: نماز کے لیے لباس ساتر اور پاک ہونا چاہیے۔ پتلون تنگ نہ ہو، کہ اس سے جسم کے خدوخال نظر آئیں،تو اس میں نماز جائز ہے،مگر یہ کوئی اچھا لباس نہیں ہے۔

سوال: کافر کے جھوٹے کا کیا حکم ہے؟

جواب: انسان کا جھوٹا پاک ہے،خواہ مسلمان ہو یا کافر۔اس میں اصل طہارت ہے، ناپاک ہونے پر دلیل نہیں ہے۔کافر کے نجس ہونے کا مطلب اس کی معنوی نجاست ہے، نہ کہ حسی یا حقیقی۔

سوال: بندوق سے شکار کا کیا حکم ہے؟

جواب: بندوق سے شکار جائز ہے، ہر دور میں بندوق کی وضع بدلتی رہی ہے۔

(سوال): کیا تانبے کے برتن کا استعمال جائز ہے؟

(جواب): تانبے کا استعمال مرد وعورت سب کے لیے جائز ہے، اس کی ممانعت پر کوئی صحیح دلیل موجود نہیں۔ نبی کریم ﷺ نے تانبے کے برتن میں وضو کیا۔ (بخاری: ۱۹۷)

(سوال): کیا شہید کی روح دنیا کے کسی درخت پر یا طاق میں آتی ہے؟

(جواب): شہید کی روح جنت میں سبز پرندے کے پیٹ میں ہوتی ہے۔ جو جنت سے کھاتے پیتے ہیں۔ شہید یا کسی اور کی روح کا دنیا میں لوٹنا بے ثبوت ہے۔

(سوال): پتنگ بازی کا کیا حکم ہے؟

(جواب): پتنگ بازی ناجائز ہے۔ اس میں کئی حوالے سے مضرات اور قباحتیں ہیں۔ جن سے بچنے کا اسلام نے حکم دیا ہے۔ پتنگ کی ڈور سے ہر سال بیسیوں جانیں چلی جاتی ہیں، کئی پتنگ باز چھت سے گر کر زخمی یا فوت ہو جاتے ہیں، کھیل میں ایسے مگن رہتے ہیں کہ فرائض وواجبات کا کوئی خیال نہیں رہتا۔ قوم کا قیمتی وقت اور پیسہ ضائع ہوتا ہے۔ اس پر جوا بھی لگتا ہے۔ آلات لہو ولعب کا استعمال بھی ہوتا ہے۔ چھتوں پر چڑھنے سے بے پردگی بھی ہوتی ہے۔ یہ مہذب قوموں کا کھیل نہیں ہے۔

(سوال): کتا پالنا کیسا ہے؟

(جواب): کتا نجس العین ہے۔ شریعت نے صرف دو مقاصد کے لیے کتا رکھنے کی اجازت دی ہے؛ ① شکار کے لیے ② کھیتی اور مویشی وغیرہ کی حفاظت کے لیے۔

کفار کتوں سے بے پناہ محبت کرتے ہیں، ان کے ساتھ کھاتے پیتے ہیں، ان کو اپنے ساتھ بستر پر سلا لیتے ہیں، بعض کفار کی عورتیں، کتوں سے مقاربت کروا لیتی ہیں۔ یہ کفار ہیں، ان کی فطرت مسخ ہو چکی ہے۔ ورنہ ایک سلیم الفطرت انسان کی طبیعت ان

سے نفور رہتی ہے۔ کفار جن چار چیزوں کو مسلمانوں میں رائج کرنا چاہتے ہیں، ان میں کتا کلچر بھی ہے۔ مسلمانوں کو چاہیئے کہ کبھی بھی شوقیہ کتے مت پالیں۔ نہ ہی ان کی خرید وفروخت کریں، نہ ہی کتوں کی لڑائی کرائیں۔ کتا ضرورت کا جانور ہے، مثلاً رکھوالی اور شکار کے کام آتا ہے۔ ضرورت کے مطابق اس سے فائدہ حاصل کیا جاسکتا ہے۔ یہ حرام اور نجس العین ہے۔ اس کا گوشت ہڈیاں خون کھال بال اور لعاب سبھی نجس ہیں۔ انسانوں کی بھلائی نبی کریم ﷺ کی نورانی تعلیمات اپنانے میں ہے۔ کتے کے حوالے سے بھی اسلام نے مکمل رہنمائی کی ہے۔ نیز چیتا، شیر اور بندر وغیرہ گھروں میں پالنا جائز نہیں۔

سوال: تیتر اور بٹیر وغیرہ پالنا کیسا ہے؟

جواب: شوقیہ پالنا جائز ہے۔ مگر مقصد ان کو لڑانا یا جوا کھیلنا ہو، تو جائز نہیں۔

سوال: کتے کے شکار کا کیا حکم ہے؟

جواب: کتے سے شکار کرنا جائز ہے۔ اگر کتا شکار کے لیے سدھارا گیا ہو، تو اسے بسم اللہ پڑھ کر شکار پر چھوڑ دیں، اگر وہ شکار کو زخمی کر کے لے آئے، تو اسے ذبح کر لیں، تو وہ شکار حلال ہے۔ بلکہ اگر شکاری کتا شکار کو زخمی کر دے اور شکار ذبح ہونے سے پہلے ہی دم توڑ دے، تو بھی شکار حلال ہے، بشرطیکہ کوئی دوسرا کتا اس میں شریک نہ تھا۔

سوال: ایک مسلمان نے سلام کہا، جواب میں وعلیکم السلام کے بجائے ''آداب'' یا ''بندگی'' یا ''تسلیمات'' کہا یا صرف اپنا ہاتھ ماتھے تک اُٹھا لیا، منہ سے کچھ نہیں کہا۔ کیا اس سے سلام کا جواب ادا ہو گیا؟

جواب: سلام کا جواب دینا ضروری ہے۔ مگر الفاظ مذکورہ سے جواب ادا نہ ہوگا۔ اس کے جواب میں ''وعلیکم السلام'' کہنا ضروری ہے۔ محض ہاتھ اُٹھانا بھی ناکافی ہے۔ بلکہ اگر

ہاتھ اُٹھا کر منہ سے کہہ دیا جائے، تو جائز ہے۔

سوال: قوالی کا کیا حکم ہے؟

جواب: قوالی حرام ہے۔ بلکہ اس کا گناہ گانے سے زیادہ ہے، کیونکہ گانے کو اکثر لوگ گناہ سمجھ کر سنتے ہیں، مگر قوالی کو باعث اجر سمجھا جاتا ہے۔ اس میں آلات موسیقی کا استعمال ہوتا ہے۔ قوال بدعقیدہ، باطنی صوفی اور فاسق وفاجر ہوتے ہیں۔

❁ فقہ حنفی کی معتبر ترین کتاب میں ہے:

اَلسَّمَاعُ وَالْقَوْلُ وَالرَّقْصُ الَّذِي يَفْعَلُهُ الْمُتَصَوِّفَةُ فِي زَمَانِنَا حَرَامٌ لَا يَجُوزُ الْقَصْدُ إِلَيْهِ وَالْجُلُوسُ عَلَيْهِ وَهُوَ وَالْغِنَاءُ وَالْمَزَامِيرُ سَوَاءٌ.

''سماع، قوالی اور رقص، جو ہمارے زمانے کے صوفیا کرتے ہیں، حرام ہیں، ان مجلسوں اور محفلوں میں جانا اور ان میں بیٹھنا جائز نہیں۔ قوالی، گانا اور موسیقی کا حکم ایک ہے۔''

(فتاویٰ عالمگیری: 352/5، فتاویٰ شامی: 349/6)

سوال: مزارات پر چراغاں کرنا کیسا ہے؟

جواب: قبروں اور آستانوں پر چراغ جلانا اور قندیلیں روشن کرنا انتہائی قبیح فعل ہے۔ یہ لغو وعبث کام ہے جو دین میں اضافہ ہے۔ بدعت ایک مجرمانہ ذوق رکھتی ہے، اپنی جنس کو بڑھانا اس کے فرائض منصبیہ میں داخل ہے، ایک بدعت دوسری بدعات کے لئے راہ ہموار کرتی، کفار سے مشابہت کرواتی، مال کو ضائع کرتی اور جانے کیا کیا کچھ کرتی ہے۔ حتی کہ قبروں اور آستانوں پر وہ کام بھی اپنے شائقین سے کرواتی ہے، جو نصاری اپنے

گرجوں اور ہندو اپنے مندروں میں نہیں کرتے۔

❀ فتاوی عالمگیری میں لکھا ہے:

إِخْرَاجُ الشُّمُوعِ إِلٰى رَأْسِ الْقُبُورِ فِي اللَّيَالِي الْأُوَلِ بِدْعَةٌ .

''مہینے کی ابتدائی راتوں میں قبروں کی طرف شمعیں لے جانا بدعت ہے۔''

(فتاویٰ عالمگیری:351/5)

❀ مزید لکھا ہے:

إِيقَادُ النَّارِ عَلَى الْقُبُورِ، فَمِنْ رُسُومِ الْجَاهِلِيَّةِ وَالْبَاطِلِ وَالْغُرُورِ .

''قبر پر آگ جلانا جاہلیت کی ایک رسم، باطل اور دھوکہ ہے۔''

(فتاویٰ عالمگیری:167/1)

(سوال): جس نے بھول کر نماز ظہر زوال سے پہلے ادا کر لی، اس کا کیا حکم ہے؟

(جواب): وہ زوال کے بعد نماز ظہر دوبارہ ادا کرے۔

(سوال): طافی کا کیا حکم ہے؟

(جواب): مچھلی یا کوئی بھی سمندری جانور مر کر پانی کی سطح پر آ جائے، یا پانی اسے کنارے پر پھینک دے، تو اسے طافی کہتے ہیں، یہ حلال ہے۔

❀ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

''ہم نے غزوہ خبط میں شرکت کی، ہمارے امیر سیدنا ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ تھے، ہم بھوک سے دوچار تھے کہ سمندر نے مردار مچھلی باہر پھینک دی، جس کا نام عنبر تھا۔ وہ مچھلی ہم نے تقریباً نصف ماہ کھائی۔ سیدنا ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے اس کی ایک ہڈی سیدھی کی، (وہ اتنی بڑی تھی کہ) ایک سوار اس کے نیچے سے گزر گیا۔''

(صحيح البخاري : 5493، صحيح مسلم : 1935)

❁ نبی کریم ﷺ سے اس بارے میں پوچھا گیا، تو فرمایا:

''اسے کھالیں، یہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے رزق پیدا کیا ہے، اگر کچھ حصہ بچا ہو، تو ہمیں بھی کھلائیے گا، ایک صحابہ نے اس مچھلی کا گوشت پیش کیا، تو آپ ﷺ نے تناول فرمایا۔''

(صحيح البخاري : 4362، صحيح مسلم : 1935)

❁ حافظ نووی رحمہ اللہ (۶۷۶ھ) فرماتے ہیں:

''یہ حدیث دلیل ہے کہ سمندر کے تمام مردار حلال ہیں، خواہ وہ مردار خود بخود مرا ہو، یا شکار سے۔ مچھلی کے حلال ہونے پر تو مسلمانوں کا اجماع ہے۔''

(شرح مسلم : 86/13)

❁ علامہ ابن ابی العز حنفی رحمہ اللہ (۷۹۲ھ) فرماتے ہیں:

''ایسا نہیں کہا جائے گا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم (بھوک کی وجہ سے) مجبور تھے، اس لیے انہوں نے ضرورت کے تحت وہ مردار مچھلی کھالی۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے بھی اس مچھلی کا گوشت کھایا ہے۔ یہ بھی نہیں کہا جا سکتا ہے کہ ممکن ہے کہ سمندر کا پانی خشک ہو گیا ہو یا سمندر نے اسے (زندہ حالت میں) باہر پھینکا ہو۔ کیونکہ صحابی کے الفاظ ہیں: ''سمندر نے ایک مردہ مچھلی باہر پھینکی۔'' اس سے معلوم ہوا کہ پانی کی لہر نے جو مچھلی ساحل پر پھینکی تھی، وہ پانی میں پہلے ہی مر چکی تھی۔'' (التّنبيه على مُشكِلات الهِداية : 754/5)

❁ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

''میں گواہی دیتا ہوں کہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مرکر پانی کی سطح پر تیرنے

والی مچھلی کا گوشت کھایا۔''

(سنن الدّارقطني : 4724، سنن أبي داود : 3815[في بعض النُّسخ، كما في الأطراف للمزي : 6602]، وسندهٗ حسنٌ)

❁ نیز فرماتے ہیں:

''میں گواہی دیتا ہوں کہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آپ مر کر پانی کی سطح پر آنے والی مچھلی کھا سکتے ہیں۔''

(غريب الحديث للحربي : 569/2، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''میں بحرین سے واپس آ رہا تھا، جب مقام ربذہ پر پہنچا، تو عراق کے کچھ لوگوں نے، جو احرام کی حالت میں تھے، مجھ سے سوال کیا کہ انہیں ایک شکار ملا ہے، جو مر کر پانی پر تیر رہا تھا۔ انہوں نے مجھ سے اس شکار کو بیچنے اور کھانے کے متعلق سوال کیا، میں نے انہیں حکم دیا کہ وہ حالت احرام میں اسے بیچ بھی سکتے ہیں اور کھا بھی سکتے ہیں۔ پھر میں مدینہ آیا، تو مجھے اپنے جواب پر کچھ شک سا گزرا۔ تو میں نے یہ قصہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے گوش گزار کیا، انہوں نے پوچھا: آپ نے انہیں کیا حکم دیا؟ میں نے کہا کہ میں نے انہیں حکم دیا کہ وہ اس شکار کو بیچ بھی سکتے ہیں اور کھا بھی سکتے ہیں۔ تو سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر آپ نے کوئی اور حکم دیا ہوتا، تو آپ کی خیر نہ تھی! گویا سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو دھمکا رہے تھے۔''

(السّنن الكبرىٰ للبيهقي : 255/9، وسندهٗ صحيحٌ)

❁ نافع رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں:

''عبد الرحمٰن بن ابی ہریرہ رحمہ اللہ نے سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے اس جاندار کے متعلق سوال کیا، جسے سمندر باہر پھینک دیتا ہے، تو سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے انہیں ایسا جاندار کھانے سے منع کر دیا۔ نافع رحمہ اللہ کہتے ہیں: (بعد میں) سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما واپس آئے اور مصحف منگوایا اور یہ آیت تلاوت کی: ﴿أُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ وَطَعَامُهُ مَتَاعًا لَّكُمْ﴾ ''تمہارے فائدے کے لیے سمندر کا شکار اور کھانا حلال کر دیا گیا ہے۔'' پھر سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے مجھے عبد الرحمٰن بن ابی ہریرہ رحمہ اللہ کی طرف یہ پیغام دے کر بھیجا کہ سمندر کے باہر پھینکے جاندار کو کھانے میں کوئی حرج نہیں۔''

(مؤطأ الإمام مالك: 494/2، وسندهٗ حسنٌ)

سوال: کیا نبی کریم ﷺ نے نابینا صحابی کو اپنے ذات کے وسیلہ سے دعا کرنے کر حکم دیا تھا؟

جواب: سیدنا عثمان بن حُنَیف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک نابینا صحابی، نبی اکرم ﷺ کے پاس آئے اور عرض گزار ہوئے: آقا! آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ وہ مجھے شفا دے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اگر آپ چاہیں تو دعا کر دیتا ہوں اور اگر چاہیں تو صبر کر لیں، وہ آپ کے لیے بہتر ہو گا۔ عرض کیا: آپ میرے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا ہی کر دیں۔ نبی کریم ﷺ نے انہیں اچھی طرح سنوار کر وضو کرنے اور پھر دو رکعتیں پڑھ کر یہ دعا کرنے کا حکم دیا:

أَللّٰهُمَّ! إِنِّي أَسْئَلُكَ وَأَتَوَجَّهُ إِلَيْكَ بِنَبِيِّي مُحَمَّدٍ نَّبِيِّ الرَّحْمَةِ، يَا مُحَمَّدُ! إِنِّي أَتَوَجَّهُ بِكَ إِلٰى رَبِّكَ أَنْ يَّكْشِفَ لِي عَنْ بَصَرِي،

أَللّٰهُمَّ! شَفِّعْهُ فِيَّ وَشَفِّعْنِي فِي نَفْسِي .

''اللہ! میں تجھ سے نبی رحمت محمد ﷺ کی دعا کے وسیلے سے سوال کرتا ہوں، اے محمد ﷺ! میں آپ کی دعا کے وسیلے سے اللہ سے سوال کرتا ہوں کہ وہ میری نظر لوٹا دے، یا اللہ! تو میرے بارے میں اپنے نبی کی اور میری سفارش قبول فرما۔''

واپس آئے، تو اللہ تعالیٰ نے ان کی بینائی لوٹا دی تھی۔''

(مسند أحمد : 138/4، سنن الترمذي : 3578، عمل اليوم واللّيلة للنّسائي : 659، سنن ابن ماجه : 1385، مسند عبد بن حميد : 379، وسندهٗ حسنٌ)

اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے ''حسن صحیح غریب'' اور امام ابن خزیمہ (1219) نے ''صحیح'' کہا ہے۔ امام ابن ماجہ رحمہ اللہ کہتے ہیں: ابو اسحاق نے کہا ہے کہ یہ حدیث ''صحیح'' ہے۔ امام حاکم (313/1) نے اس حدیث کو شیخین کی شرط پر ''صحیح'' قرار دیا ہے۔ حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی موافقت کی ہے۔ امام بیہقی رحمہ اللہ (دلائل النبوۃ: 167/6) نے اس کی سند کو ''صحیح'' کہا ہے۔

بعض نے اس حدیث سے نبی کریم ﷺ کی ذات گرامی کے وسیلہ کا جواز ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ ان کا یہ استدلال باطل، کیونکہ حدیث میں مذکور ہے کہ اس شخص نے نبی کریم ﷺ سے دعا کی درخواست کی تھی۔ جواب میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر آپ چاہیں تو میں دعا کر دیتا ہوں، اگر دعا نہ کرائیں اور بیماری پر صبر کریں تو بہتر ہے، لیکن صحابی مذکور نے آپ کی دعا کو ترجیح دی۔ نبی کریم ﷺ نے ان کے حق میں دعا و سفارش فرما دی۔ انہیں اچھی طرح وضو کا حکم دیا، پھر دو رکعت نماز کا کہا اور انہیں دعا کے الفاظ بھی سکھا دیئے،

انہوں نے ان الفاظ کے ساتھ اپنے حق میں دعا بھی کر دی اور کہا: یا اللہ! تو میرے بارے میں اپنے نبی کریم ﷺ کی اور خود میری دعا وسفارش قبول فرما۔

اس حدیث میں نبی اکرم ﷺ کی ذاتِ اقدس کے وسیلہ کا ذکر تک نہیں بلکہ آپ کی حیاتِ طیبہ میں آپ کی دعا وسفارش کا وسیلہ پیش کرنے کا ذکر ہے۔

❁ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

''نابینا صحابی والی حدیث میں ان کی کوئی دلیل نہیں، کیونکہ اس میں یہ بات بڑی واضح ہے کہ صحابی نے نبی ﷺ کی دعا اور سفارش کا وسیلہ اختیار کیا تھا۔''

(قاعدة جليلة في التوسّل والوسيلة، ص 64)

نبی کریم ﷺ کی حیاتِ مبارکہ میں یا وفات کے بعد کسی صحابی یا تابعی سے آپ کی ذات کا وسیلہ پیش کرنا قطعاً ثابت نہیں۔ اس طرح کے کام کرنے والوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے اس عمل پر کتاب وسنت سے دلیل پیش کریں۔

❁ ایک روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے نابینا صحابی کو یہ دُعا سکھائی:

أَللّٰهُمَّ! فَشَفِّعْنِي فِي نَفْسِي، وَشَفِّعْ نَبِيِّي فِي رَدِّ بَصَرِي.

''اللہ! میری اور میرے نبی کی سفارش قبول فرما کر میری بصارت لوٹا دے۔''

❁ پھر آپ ﷺ نے فرمایا:

إِنْ كَانَتْ حَاجَةٌ، فَافْعَلْ مِثْلَ ذٰلِكَ.

''حاجت ہو، تو اسی طرح کریں۔''

(تاريخ ابن أبي خيثمة (قاعدة جليلة في التوسّل والوسيلة لابن تيميّة، ص 102)، مسند الإمام أحمد: 4/138، مختصرًا، وسندهٗ حسنٌ)

یہ روایت بالکل صریح ہے کہ نابینا صحابی کو نبی اکرم ﷺ نے اپنی دعا وسفارش کا وسیلہ اختیار کرنے کی ہدایت کی تھی، نہ کہ اپنی ذات کا۔ مراد یہ تھی کہ اگر کوئی اور پریشانی ہو تو میرے پاس آئیں اور دعا کرانے کے بعد اللہ تعالیٰ کو میری دعا کا وسیلہ دیں۔ اللہ تعالیٰ اسے قبول فرمالے گا۔ یہ سلسلہ نبی اکرم ﷺ کی زندگی تک محدود تھا، کیونکہ آپ زندگی میں ہی حاجت مندوں کے لیے دعا فرماتے تھے۔ آپ کی وفات کے بعد یہ سلسلہ ختم ہو گیا۔ یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام نے آپ ﷺ کی وفات کے بعد اللہ تعالیٰ کو آپ کا وسیلہ پیش نہیں کیا۔

تنبیہ:

ایک شخص سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے پاس اپنی ضرورت لے کر آتا تھا اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ (مشغولیت کی وجہ سے) اس کی طرف متوجہ نہ ہوتے، اس کی ضرورت میں غور نہ فرماتے۔ وہ عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ سے ملا اور ان سے شکایت کی۔ عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا: لوٹا لائیں، وضو کریں، پھر مسجد جا کر دو رکعت نماز پڑھیں، پھر کہیں:

اَللّٰهُمَّ! إِنِّي أَسْئَلُكَ، وَأَتَوَجَّهُ إِلَيْكَ بِنَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَمَ نَبِيِّ الرَّحْمَةِ، يَا مُحَمَّدُ! إِنِّي أَتَوَجَّهُ إِلٰى رَبِّي، فَيَقْضِيَ حَاجَتِي .

''یا اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور نبی رحمت محمد ﷺ کی دعا کا وسیلہ اختیار کرتا ہوں۔ اے محمد! میں اللہ سے آپ کی دعا کا وسیلہ پیش کرتا ہوں، وہ میری ضرورت پوری کر دے۔''

پھر اپنی ضرورت اللہ کے سامنے رکھیں، اس کے بعد میرے پاس آجائیں تا کہ

میں آپ کے ساتھ چلوں۔اس شخص کی ضرورت پوری ہوئی۔عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ یہی دعا نابینا صحابی کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سکھائی، تو ان کی بینائی لوٹ آئی۔''

(التّاريخ الكبير للبخاري : 210/6، العِلَل لابن أبي حاتم : 190/2، المُعجم الكبير : 30/9، ح : 8311، المُعجم الصّغير : 183/1، الدعاء للطّبراني : 1282/1، ح : 1050، معرفة الصّحابة لأبي نُعَيم : 4/1959-1960، ح : 4928)

تبصرہ:

سند ''ضعیف'' ہے، عبداللہ بن وہب مصری یہ روایت اپنے استاذ شبیب بن سعید حبطی (ثقہ) سے کر رہے ہیں اور خود شبیب بن سعید اپنے استاذ روح بن القاسم سے کر رہے ہیں۔

❀ امام ابن عدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''شبیب کے پاس امام زہری رحمہ اللہ کی روایات پر مشتمل ایک نسخہ ہے، جسے وہ بواسطہ یونس، زہری سے بیان کرتے ہیں اور وہ مستقیم احادیث ہیں۔تاہم ابنِ وہب نے اس سے منکر احادیث بیان کی ہیں۔''

(الكامل في ضُعَفاء الرّجال لابن عدي : 31/4)

❀ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''اس کے بیٹے احمد کی اس سے بیان کردہ روایات صحیح ہیں، البتہ ابن وہب سے مروی روایات میں خرابی ہے۔''

(تقريب التّهذيب : 2739)

❀ نیز فرماتے ہیں:

''اس سے ابن وہب نے منکر احادیث بیان کی ہیں، لگتا ہے مصر آنے کے بعد

حافظے سے روایات بیان کرنے لگا تھا اور غلطیاں کرنے لگا۔''

(هُدَى السّاري، ص 409)

یہ روایت بھی شبیب بن سعید سے عبداللہ بن وہب مصری بیان کر رہے ہیں۔ یہ جرح مُفَسَّر ہے، لہٰذا روایت ''ضعیف'' اور ''منکر'' ہے۔ وجہ یہ ہوئی کہ شبیب بن سعید جب مصر گیا، تو وہاں اس نے اپنے حافظہ سے احادیث بیان کیں، جن میں وہ غلطی اور وہم کا شکار ہو گیا۔

سوال: روایت: إِذَا أَرَادَ عَوْنًا فَلْيُنَادِ : أَعِينُونِي يَا عِبَادَ اللّٰهِ بلحاظ سند کیسی ہے؟

جواب: اس حوالے سے دو روایات ملتی ہیں، دونوں ضعیف ہیں۔

① سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''سواری جنگل بیابان میں بھاگ جائے، تو یوں آواز دیں: اللہ کے بندو! میری سواری پکڑ دو، اللہ کے بندو! میری سواری پکڑ دو، اللہ کے بہت سے بندے (فرشتے) زمین میں ہوتے ہیں، وہ سواری پکڑ دیں گے۔''

(المُعجم الكبير للطّبراني : 217/10، ح : 10518، واللّفظ لهٗ، مسند أبي يعلٰى : 177/9، ح : 5269، عمل اليوم واللّيلة لابن السّنّي : 509)

تبصرہ:

سند سخت ترین ''ضعیف'' ہے۔

① معروف بن حسان ضعیف وغیر معروف ہے۔

امام ابو حاتم رازی رحمہ اللہ نے اسے ''مجہول'' قرار دیا ہے۔

(الجرح والتّعديل لابن أبي حاتم : 323/8)

امام ابن عدی رحمہ اللہ نے ''منکر الحدیث'' کہا ہے۔

(الكامل في ضُعَفاء الرّجال : 325/6)

② قتادہ بن دعامہ کا عنعنہ ہے۔

③ سعید بن ابی عروبہ ''مدلس'' اور ''مختلط'' ہیں۔

④ حافظ ابنِ حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''یہ غریب حدیث ہے، اسے ابن السنی اور طبرانی نے بیان کیا ہے، سند میں ابنِ بریدہ اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے درمیان انقطاع ہے۔''

(شرح الأذكار لابن علان : 150/5)

ابن السنی کی سند میں ابنِ بریدہ اور سیدنا ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ کے درمیان عَنْ أَبِيهِ کا واسطہ ہے، یہ ناسخ کی غلطی ہے، حافظ ابنِ حجر رحمہ اللہ نے اس سند کو منقطع قرار دیا ہے۔ دوسرے یہ کہ یہی سند مسند ابی یعلی کی بھی ہے، لیکن مسند ابی یعلی میں بھی یہ واسطہ مذکور نہیں، لہٰذا اس کا منقطع ہونا واضح ہے۔

② ابان بن صالح بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جانور یا اونٹ صحرا میں بھاگ جائے اور دکھائی نہ دے رہا ہو، تو یوں کہیں: اللہ کے بندو! میری مدد کرو۔ تو جلد ہی اس کی مدد کی جائے گی۔''

(مصنّف ابن أبي شيبة : 132/7)

سند ''ضعیف'' ہے۔

ا۔ ابان بن صالح صغار تابعین میں سے ہیں اور براہ راست نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کر رہے ہیں، لہٰذا روایت معضل (منقطع) ہے۔

۲۔ محمد بن اسحاق ''مدلس'' ہیں، سماع کی تصریح نہیں مل سکی۔

③ عتبہ بن غزوان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''کوئی چیز گم ہو جائے یا مدد کی ضرورت ہو اور آپ ایسی جگہ میں ہوں، جہاں کوئی مددگار نہ ہو، تو کہئے: اللہ کے بندو! میری مدد کرو، اللہ کے بندو! میری مدد کرو۔ یقیناً اللہ تعالیٰ کے ایسے بندے بھی ہیں، جنہیں ہم دیکھ نہیں سکتے۔ یہ تجربہ ہے۔''

(المُعجم الكبير للطّبراني : 17/117-118)

روایت ''ضعیف'' ہے۔

① حافظ ہیثمی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

إِنَّ زَيْدَ بْنَ عَلِيٍّ لَمْ يُدْرِكْ عُتْبَةَ .

''زید بن علی نے عتبہ کا زمانہ نہیں پایا۔'' (مَجمع الزّوائد : 10/132)

② شریک بن عبد اللہ قاضی کی تدلیس اور اختلاط بھی ہے۔ ان کے بیٹے عبد الرحمٰن بن شریک کا ان سے اختلاط سے قبل احادیث روایت کرنا ثابت نہیں۔

معجم کبیر کے مطبوعہ نسخہ میں عبد الرحمٰن بن سہل ہے، یہ تصحیف ہے۔ درست عبد الرحمٰن بن شریک ہے، کیونکہ احمد بن یحییٰ صوفی کے شیوخ میں عبد الرحمٰن بن شریک ہے، نہ کہ ابن سہل۔

تنبیہ:

مذکورہ احادیث بلحاظِ سند ''ضعیف'' ہیں۔ البتہ عباد اللہ سے مراد فرشتے لیے جائیں، تو صحیح حدیث سے ان کی تائید ہو جائے گی۔

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''زمین میں حفاظت والے فرشتوں کے علاوہ بھی اللہ تعالیٰ کے کچھ فرشتے ہیں، جو درختوں کے گرنے والے پتے لکھتے ہیں۔ ویرانے میں چلتے ہوئے پاؤں میں موچ آ جائے، تو کہیں: اللہ کے بندو! میری مدد کرو۔''

(كَشْف الأستار عن زوائد البزّار: 3128/1، وسندهٗ حسنٌ)

❁ محدث البانی رحمہ اللہ (۱۴۲۰ھ) فرماتے ہیں:

''اس حدیث میں اللہ کے بندوں سے مراد فرشتے ہیں۔ ان کے ساتھ مسلمان جنوں اور ان اولیاء وصالحین کو ملانا جنہیں غیبی لوگ کہا جاتا ہے، جائز نہیں، خواہ وہ زندہ ہوں یا فوت ہو گئے ہوں۔ ان جنوں اور انسانوں سے مدد طلب کرنا واضح شرک ہے کیونکہ وہ پکارنے والے کی پکار نہیں سن سکتے۔ اگر سن بھی لیں تو جواب دینے یا حاجت روائی کرنے کی طاقت نہیں رکھتے۔ قرآنِ کریم کی بہت سی آیات اس پر شاہد ہیں۔ فرمانِ باری تعالیٰ ہے: ﴿وَالَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ مَا يَمْلِكُونَ مِنْ قِطْمِيرٍ، إِنْ تَدْعُوهُمْ لَا يَسْمَعُوا دُعَاءَكُمْ وَلَوْ سَمِعُوا مَا اسْتَجَابُوا لَكُمْ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكْفُرُونَ بِشِرْكِكُمْ وَلَا يُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِيرٍ﴾ (فاطر: 13-14) ''جنہیں مشرکین اللہ کے سوا پکارتے ہیں، وہ کھجور کی گٹھلی کے باریک غلاف برابر چیز کے بھی مالک نہیں ہیں۔ انہیں پکارو، تو وہ پکار نہیں سن سکتے اور اگر سن لیں، تو مراد پوری نہیں کر سکتے اور روز قیامت تمہارے شرک سے لاعلمی ظاہر کریں گے، آپ کو (اللہ) خبیر کی طرح کوئی خبر نہیں دے سکتا۔''

(سِلسِلة الأحاديث الضّعيفة: 111/2، ح: 655)